پروفیسر محمد اکرام

محمد عبداللطیف افضل .... ایک گم گشتہ آواز

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شاعر یا تو ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ مراد یہ کہ شاعری ایک وہبی عطیہ ہے اور ذوق شعر گوئی شاعر کے خمیر میں گندھا ہوتا ہے۔ جسے قدرت کی طرف سے یہ جوہر ودیعت نہ ہو، وہ لاکھ سر مارتا پھرے، اچھا شعر نہیں کہہ پاتا۔ سرقے یا کسی ادبی گرو کی استمالت یا خاص نوازش سے وہ دو چار جملے نما مصرعے تو کہہ لے گا، لیکن کوئی دھڑکتا ہوا شعر یا پھڑکتا ہوا مصرعہ اس کے حیطۂ تحریر میں نہیں آئے گا۔

چونکہ عہد حاضر میں ابلاغِ عامہ نے بسرعت تمام وہ سب رکاوٹیں ختم کر دی ہیں۔ جو چند عشرے پیشتر راہ کا کوہ گراں تھیں۔ اس لئے آج کا شاعر ہر فرد کی سماعتوں اور بصارتوں تک رسائی کے بعد چند غزلیں یا نظمیں لکھ کر اپنے آپ کو آسمان ادب کا درخشندہ ستارہ سمجھنے لگتا ہے، جب کہ نصف صدی قبل شاعر کو اپنا فن منوانے کے لئے مشاعروں میں شرکت کی غرض سے مختلف شہروں کا سفر بے ثمر طے کرنا ہوتا تھا۔ اسی عہد سست رفتار کی ایک گم گشتہ نوا محمد عبداللطیف افضل بھی ہے، جو اپنے دور کی بھرپور اور توانا آواز تھی۔ شعر گوئی کی توفیق خدا نے اس کی سرشت میں رکھی تھی۔ جسے نے اس نے مشاہدے، مجاہدے اور ریاضت سے بام عروج تک پہنچایا۔ حمد، نعت، سلام ہو یا غزل، نظم اور رباعی، اس نے ہر صنف پر طبع آزمائی کی۔ محمد عبداللطیف افضل نے زود گوئی کو درخور اعتنا نہ سمجھا البتہ پر گوئی کی طرف بطور خاص نظر رکھی۔

افضل ان لوگوں میں سے تھے جو ایک نظریہ اور آدرش رکھتے ہیں۔ اور پھر اپنے نصب العین اور مطمح نظر کے لئے اپنی جملہ زندگی کو جہد مسلسل کا نمونہ بنا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ نام و نمود اور سستی شہرت سے دامن بچاتے رہتے ہیں، کیونکہ وہ صلے کی تمنا اور ستائش کی پرواہ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

افضل کے خاندانی پس منظر کے ضمن میں انکے صاحبزادے سے گفتگو کے دوران علم ہوا کہ وہ ڈھلوں مغل قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۱) اور ان کے پردادا حاجی پیر بخش گوجرانوالہ (بوپڑا) کے باسی تھے، ان کے بیٹے یار محمد جو متقی اور درویش منش تھے اسی گاؤں میں زندگی گزارتے رہے اور اپنے صاحبزادے اللہ بخش کی تعلیم و تربیت میں بھرپور توجہ دی۔ گوجرانوالہ کے ایک خاندان مغلاں کی دختر طالع بی بی اللہ بخش کے عقد میں آئیں۔ (۲) ان کے بطن سے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں حاجی خدا بخش، حاجی غلام نبی، محمد عبداللطیف افضل، محمد عظیم (جو مشہور فکاہیہ شاعر انور مسعود کے والد ہیں) محمد اشرف، محمد شریف، حمیدہ بیگم اور بشیرہ بیگم۔ (۳) عبداللطیف محمد

افضل ۱۹۰۶ء میں گجرات میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مقامی طور حاصل کی (۴) گھریلو مجبوریوں کی بناء پر مڈل سے آگے نہ جا سکے مگر مطالعہ جاری رکھا (۵) اور اکتساب علم کرتے رہے افضل نے تحریک خلافت اور تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ کشمیر کی تحریک اور مجلسِ احرار اسلام میں بھی انہوں نے گرمجوشی سے شمولیت اختیار کی۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مرحوم کا کہنا ہے:۔

عبداللطیف افضل نہ صرف منجھے ہوئے شاعر بلکہ وفا شعار احرار بزرگ تھے میں جب تک گجرات میں رہا، وہ ہمیشہ محبت سے پیش آتے رہے، اور اپنے صائب مشوروں سے نوازتے رہے۔ مجلس احرار اسلام اور والدہ صاحبہ سے تعلق کی بناء پر وہ اپنی یادداشتیں قلمبند کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن شومی قسمت حیاتِ مستعار نے انہیں مہلت نہ دی'' (۶)

عبداللطیف افضل نے تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا ان کا خلوص، جذبہ اور جوش اپنی جگہ پر لائق تحسین وستائش ہے وہ ایک مقصدی شاعر تھے مقصدی ادب کی تنقیص کرنے والے شعراء واد باء بھی مقصدیت سے دامن نہیں بچا سکے۔ افضل نے نیکی اور نیک کرداری کی تلقین و تبلیغ کی اور حبِ الٰہی اور عشقِ مصطفی ﷺ میں مستغرق رہے یہی وجہ ہے کہ فتنۂ قادیانیت کے خلاف ان کا قلم بڑی سرعت سے چلتا رہا فرنگیوں نے ان کے پمفلٹ 'کھینچواں نبی'' (۷) اور کھینچواں الہام'' (۸) ضبط کر لئے۔

نماز مومن کی معراج ہے اور تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کا موثر وسیلہ بھی ہے آج کا ادیب اور شاعر یونانی ضمیات، بدھا ازم، فرائیڈ، ژنگ اور ایڈلر کے افکار بطور خاص بیان کرے گا لیکن صوم وصلوٰۃ کے ذکر سے گریزاں رہے گا۔ حالانکہ نماز کی اہمیت وفضیلت مسلم ہے قرآن کریم میں اتنا کسی دوسری عبادت کا ذکر نہیں آیا جتنا نماز کا ہے۔ صراحتہ النص، اشارۃ النص اور دلالۃ النص ہر سہ اشکال کو جمع کیا جائے تو قرآن میں سینکڑوں مرتبہ نماز کا ذکر ہے اسی اہمیت وفضیلت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے افضل ''حقیقت الصلوٰۃ'' (۹) میں لکھتے ہیں:

خدا نے جو مچھر کی دی ہے مثال سبق اس سے لو اے مرے نونہال
دکھائے وہ طاقت کا کتنا جلال بچے اس سے کوئی ہے کس کی مجال
ہے کمزور مچھر سے بھی وہ نماز نہیں جس میں عجز و خشوع و نیاز
نہ تم بچو ایسے نمازی بنو مجاہد بنو اور غازی بنو

نمازی بنو اور غازی بنو (۱۰)

نعت لکھنے میں بھی افضل نے محبت اور دل بستگی کا مظاہرہ کیا ہے:

سوزِ عشقِ مصطفیٰ دائم رہے ہے یہی بس مدعائے دردِ دل
کوئے احمد ہو دل دیوانہ ہو لب پہ افضل ہو صدائے دردِ دل
جلوہ نما ہے طور سینا تری گلی میں ازلی پکارتے ہیں موسیٰ تری گلی میں

اسباب کا فقدان ہو کچھ غم افضل اللہ کے تکیے پہ ہر اک کا چلے گا

احمد کی اطاعت ہی اطاعت ہے احد کی اللہ پہ ایمان ہے ایمان محمد

افضل نے نعت لکھنے میں عشق ومحبت کے ساتھ ساتھ حزم واحتیاط کا بھی ثبوت دیا ہے نعت لکھنا واقعی بڑا احتیاط طلب کام ہے ذراسی بے احتیاطی لکھنے والے کے لئے سوءِادب ثابت ہوسکتی ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے:

''باخدادیوانہ باشد، بامحمد ہوشیار''

کیونکہ یہ وہ درگاہ ہے، جوعرش سے بھی نازک تر ہے اور جہاں جنیدؒ بایزیدؒ جیسے بزرگ بھی نفس گم کردہ آتے ہیں افضل کی نعت میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ ایک خاص کیف، سرشاری اور سرمستی کا حامل ہے اگر انسان کے دل میں عشق رسالت کا جذبہ وجود ہے تو اسے حقیقی اور جاوداں حیات میسر ہے یہی وہ خوف ہے، جس سے یقین وایمان میں پختگی آتی ہے یہی وجہ ہے کہ افضل کی نعت کے ہر لفظ میں محبت اور ہر مصرعے میں عقیدت کے پھول کھلتے ہیں۔

صنفِ رباعی میں طبع آزمائی دقت طلب امر ہے چار مصرعوں میں کسی بہت بڑے مضمون کو بیان کرنا واقعی ریاضت ومجاہدے کا متقاضی ہے اسی باعث شعراء اس سے دامن بچاتے ہیں۔ محمد عبداللطیف افضل کی رباعیات میں ان کا تجربہ اور مشاہدہ بول رہا ہے ان کی رباعیات ان کی کہنہ مشقی اور قادرالکلامی کا بیّن ثبوت ہیں:

عمر دو روزہ ہے تاریخ عالم کی کتاب کتنا ناداں ہے بشر جو سبق آموز نہیں
داغ لالہ نہیں جس دل میں وہ ہے مشتِ غبار کھول آنکھ ترا آنا تو یہاں روز نہیں

لاکھوں نصیحتوں سے ہے بہتر یہ ایک پند ہر وقت عاقبت پہ رہے ہوش کی کمند
اعمالِ بد کی زد میں تو غفلت کی بے پناہ بلی کو دیکھ کر ہے کبوتر کی آنکھ بند

صنفِ غزل شعراء کی محبوب صنف ہے اس میں مضامین کا تنوع اور فکر کی جدّت شاعر وقاری ہر دو افراد کو اس کی طرف راغب کرتی ہے افضل کی غزل میں وصال وہجر، جوروجفا کی گفتگو کم ہی ہے ان کی غزل میں زندگی کا رنگ ہے، نغمہ و

آ ہنگ ہے چمن اور آشیاں کی بات کے ساتھ ساتھ ثقافت اور تمدن کی جھلک بھی ہے افضل اپنی غزل کے موضوعات عصری زندگی سے چنتے ہیں ان کے ہاں انسان کے مسائل بھی ہیں قومی طبقاتی ایسے بھی جن کو انہوں نے حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے پیش کیا ہے ان کو زندگی اور اس کے مثبت امکانات پر گہرا اعتماد ہی نہیں، وہ ان کی خاطر جدو جہد پر بھی ابھارتے ہیں اور خود بھی جہد وعمل کے جذبے سے سرشار ہیں وہ مخصوص لفظیات کے اسیر نہیں ہیں اُن کی مختلف غزلوں سے چیدہ چیدہ درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

لے آئے گی محبت مجھے کوثر کے کنارے جاری ہیں مری آنکھ سے اشکوں کے فوارے
جانا ہی ہے گر غیر کے گھر جاؤ چلے جاؤ اچھا تمہیں جیتے، ہمیں ہارے ہمیں ہارے

ہر چند کہ آباد ہو آباد نہیں ہے برباد جسے عشق میں ہونا نہیں آتا
گفتگو ہر حرف تیری جستجو ہر قدم میرا تری محفل میں ہے
وہ ملے جس وقت ہم کھوئے گئے پھر وہی مشکل، وہ مشکل میں ہے
مری توبہ تجھے توبہ کرا دے کیا قیامت ہے تری توبہ ابھرتی ہے میری تقصیر کی زد میں
کوئی دانا ملے افضل کرے حل اس معمے کو مقدر میری زد میں ہے کہ میں تقدیر کی زد میں

افضل کی غزل میں تغزل کا عنصر موجود ہے غزل کی تخصیص نہیں، اقبال کی طرح نظم میں بھی تغزل کی چاشنی ہے۔ افضل کے لہجے میں اشعارِ اقبال کی پر چھائیاں ملتی ہیں، جو کلامِ اقبال کے گہرے مطالعے اور اقبال سے عقیدت کی غماز ہیں۔اقبال نے روح کے کعبے میں محبت کی اذاں دی ہے خودی اور خودداری کا درس دیا ہے، جو ابنِ آدم کو انسانیت کی معراج پر لیکر جاتا ہے، افضل لکھتے ہیں:

اقبال کی خودی پہ کسی تنگ ظرف نے کچھ اعتراض کر دیئے ہو کر زباں دراز
وہ کیا خدا ہے، پوچھ کے بندے سے جو چلے اس کا مشیر کون سا بندہ ہے پاک باز
اقبال کی شراب کا مستانہ ایک رند کہنے لگا سنو ذرا اے میرے دل نواز
وتعز و من تشاء و تزل من تشاء جبار کیا خدا نہیں ہے قہار و بے نیاز
ہم اور کیوں مثال کوئی لائیں ڈھونڈ کر اقبال اس مقام پہ خود ہی تھا سرفراز

محمد عبداللطیف افضل نے اپنی شاعری کا لوہا منوایا ہے شریف کنجاہی کہتے ہیں،(۱۴) کہ ان جیسا زوردار کلام کسی اور

کے حصے میں نہیں آیا۔ حفیظ تائب (۱۵) بھی افضل کو بہترین شاعر قرار دیتے ہیں

عبداللطیف افضل کی شاعرانہ قادرالکلامی اور فن شعر سے گہری وابستگی کا ایک زمانہ معترف تھا یہی سبب ہے کہ اس علاقے کا ہر نو آموز شاعر ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتا۔ یونس بخاری کا کہنا ہے کہ افضل کے شاگردوں میں کئی ایسے بھی تھے، جو غزل یا نظم کے نام پر اوٹ پٹانگ چیزیں لکھ کر لے آتے تو افضل ان کا دل رکھنے کیلئے ساری نظم یا غزل اپنی طرف سے لکھ دیتے، جسے شاگرد استاد کی اصلاح شدہ سمجھ کر مشاعروں میں پڑھتے اور داد و تحسین وصول کرتے۔ (۱۶)

اردو اور پنجابی کے مشہور شاعر انور مسعود ان کے بھتیجے اور شاگرد بھی ہیں یونس بخاری کا دعویٰ ہے کہ انور مسعود کی مشہور نظم ''اج کیہہ پکایئے'' دراصل عبداللطیف افضل کی تحریر کردہ ہے (۱۷) جو افضل نے مروتاً اپنے بھتیجے کو دان کر رکھی ہے، جب کہ پروفیسر ذوالکفل بخاری کی رائے ہے کہ مذکورہ نظم انور مسعود ہی کی ہے، البتہ شاگرد کی تخلیق سے استاد کی تخلیقی اصلاح کا عمل دخل زیادہ ہے (۱۸)

محمد عبداللطیف افضل ۱۲ اگست ۱۹۹۰ء میں مادی دنیا سے رحلت کر گئے انہوں نے اردو اور پنجابی ہر دو زبانوں میں شاعری کی۔ اپنے سیاسی کلام کے علاوہ انہوں نے کلام پاک کی سورۂ یٰسین، الرّحمٰن، الواقعہ، الملک اور سورۃ مزمّل کا منظوم ترجمہ کیا (۱۹) جو ان کے مذہبی رجحان اور شاعرانہ قابلیت پر دال ہے

حوالہ جات

۱۔ فیض الحسن ناصر (پسر محمد عبداللطیف افضل) سے دورانِ گفتگو معلوم ہوا: سکنہ محلّہ مستریاں ضلع گجرات

۲۔۳: فیض الحسن ناصر (پسر محمد عبداللطیف افضل) سے دورانِ گفتگو معلوم ہوا: سکنہ محلّہ مستریاں ضلع گجرات

۴۔ فیض الحسنِ ناصر کا مراسلہ بنام: شاہد محمود کشمیری

۵۔ شاہد محمود کشمیری، ڈاکٹر عبداللطیف افضل ماہنامہ ''حق نما'' لاہور

۶۔ سید عطاء المحسن بخاریؒ، سابقہ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا

۷۔ شہباز ملک، ڈاکٹر۔ ''کھوج'' ششماہی، ج: ۷، شمارہ: ۲: ۱۹۸۵ء ص: ۳۴

۸۔ محمد عبداللطیف افضل۔ ''کھنچواں نبی'' ادارہ نشریاتِ افضل، محلہ مستریاں، ضلع گجرات

۹۔ محمد عبداللطیف افضل ''حقیقت الصلوٰۃ'' ادارہ نشریاتِ افضل، محلّہ مستریاں ضلع گجرات

بقیہ صفحہ ۱۹ پر دیکھیں